© rasailojaraid.com

میری واپسی کا سفر ان قافلوں کے ساتھ نہیں ہوتا جن کے ساتھ میں آتی ہوں۔ بے شمار سوالوں کا ہجوم میرا ہم سفر ہوتا ہے۔

پرِ پرواز آنسوؤں سے بوجھل ہے، اور وہ پیاسی روح، وہ چشمِ تصور، وہ نعمتِ تخیل، وہ جبینِ شوق، سب دامن گیر ہیں کہ بدر واحد اور طائف و حنین سے ہو کر گزرنا ہے۔

تحفۂ خصوصی

خرم مراد کے قلم سے

راہِ خدا میں کام کرنے والوں کے لیے بیش بہا تحائف

تربیت کی پہلی منزل

سورۃ المزمل کی آیات ۱-۱۱ کا پیغام: پہلے بنیادی تربیتی کورس ـــــ قیام اللیل، تلاوتِ قرآن، ذکر و اخلاص کا بیان ـــــ ۲۷۵ روپے سینکڑہ

عہدِ وفا اور وفائے عہد

سورۃ الفتح کی آیات ۱-۸ کا پیغام، جو عہدِ ایمان و بندگی اور اس کی وفا، اس عہد سے بے وفائی کی سزا، اور وفا کے اجر کا بیان ـــــ ۲۰۰ روپے سینکڑہ

قربِ الٰہی کے آسان طریقے

جو ایک سال میں ۸۰ ہزار شائع ہوا ـــــ ۱۷۵ روپے سینکڑہ

استقبالِ رمضان

جو تین سال میں ۹۲ ہزار شائع ہوا ـــــ ۲۷۵ روپے سینکڑہ

منشورات: احمد رضا، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریریں

عبدالقدیر سلیم

اسلوبِ قرآنی کی جھلک

عرب کے وہ قبائل، جن کی بولی ٹکسالی زبان سمجھی جاتی تھی، آپؐ کی زبان کی نشوونما میں ضرور مددگار ہوئے ہیں، لیکن آپؐ کے کلام پر قرآن کی الہامی زبان کے اسلوب کا اثر بھی واضح ہے۔ اگرچہ قرآن مجید کے اسلوب، زبان اور طرزِ تخاطب میں یکسانیت نہیں۔ لیکن اس تمام بوقلمونی کے باوجود اس کا انداز، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندازِ کلام سے مختلف بھی ہے۔ تاہم نہ صرف یہ کہ آپؐ کے پیش کردہ نظامِ حیات کے تمام کُلی اصول، قرآن مجید کی الہامی ہدایات سے مشتق ہیں، بلکہ اس الہامی زبان نے آپؐ کے کلام کو بھی ایک منفرد اسلوب عطا کیا ہے، جس کی نقل ناممکن ہے۔ "قرآن مجید" عربی زبان کی سب سے پہلی مدوّن کتاب ہے --- یہ چھٹی صدی عیسوی کے اواخر اور ساتویں صدی کے اوائل میں عربوں کی عقلی و ادبی زندگی کا ایک عظیم مظہر ہے۔ یہی فنی نثر کا بانی مبانی ہے، اور یہی ان کے علوم و معانی و اسالیب کا سرچشمہ ہے، جو اس زمانے کے ادب میں عام ہوئے۔ یہ ایسے اسلوبِ بدیع میں نازل ہوا کہ لوگوں کے ذہن اور کان اس کی نظیر سے قطعاً" نامانوس تھے۔ یہ نہ تو موزوں و مقفیٰ (کلام) ہے اور نہ غیر موزوں اور غیر مقفیٰ عبارت --- اس کے برخلاف اس میں جُدا جُدا آیتیں ہیں، جن میں باہم دگر مشابہت پائی جاتی ہے۔ ہر آیت پر پہنچ کر آواز رک جاتی ہے۔ ذہن اس کی معنویت، نیز قاری کی رُوح و وجدان سے ہم آہنگی کے باعث سکون محسوس کرتا ہے۔ عرب، جو شاعری کے امام اور قوت بیان میں لاثانی تھے، اس کلام کو سننے کے بعد محوِ حیرت ہو گئے۔ انھوں نے اسے نہایت عظیم اور بڑی عجیب چیز قرار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیا۔ وہ حیران و پریشان تھے کہ کلام کی مروجہ اقسام میں سے اسے کس صنف میں شمار کریں۔ شک اور اضطراب میں انھوں نے کبھی اسے شاعری بتایا، کبھی جادو، اور کبھی کاہن کی سج بندی۔ بہر صورت ان کا قرآن مجید کو ان اصنافِ کلام میں شمار کرنے پر اتفاق کر لینا، جو عقل کو مسحور و مفتون کرتی ہیں، خود اس بات کا پختہ ثبوت ہے کہ اس نے ان کے دلوں پر بہت گہرا اثر کیا تھا۔ا

علامہ مصطفیٰ صادق الرافعی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قادر الکلامی پر نہایت جامع تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ "یہ فصاحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں توفیقِ الٰہی بھی تھی، اور توفیقی (یعنی الہامی) بھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عرب میں مبعوث فرمایا، اور یہ (عرب) وہ لوگ تھے، کہ ان کی تسخیر زبان آوری ہی سے ممکن تھی۔ چناں چہ حسنِ بیان و فصاحت کے باب میں ان کے کارنامے مشہور ہیں۔ پھر یہ کہ زبان و محاورے کے اعتبار سے وہ مختلف گروہوں میں منقسم تھے، اور یہ اختلاف انکے مختلف علاقوں میں رہنے بسنے کی وجہ سے تھا --- ان میں کوئی فصیح تھا، تو کوئی اَفصح، کسی کے کلام میں اضطراب و عجلت نمایاں تھی، تو کوئی سلجھے ہوئے انداز میں ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرتا، بعض کی زبان میں آمیزش تھی، اور بعض کی زبان --- خالص تھی۔ بعض الفاظ مشترک تھے (کہ تمام قبائل میں مروّج تھے) اور بعض مخصوص قبائل ہی کے ساتھ مخصوص تھے۔ بعض قبائل کے الفاظ کی وضعیں (شکلیں) اور صیغے انہی سے خاص اور انہی تک محدود تھے، جن میں عرب کا کوئی دوسرا قبیلہ ان کا شریک و سہیم نہ تھا، سوائے ان لوگوں کے، جو ان میں گھل مل گئے تھے، یا ان سے قریب تر ہو گئے تھے---

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ واحد شخصیت تھی، جو عرب کے ان تمام قبائل کے لغات سے پوری طرح آشنا تھی۔ گویا مختلف زبانوں کے اسالیب نے اپنے اسرار آپؐ پر منکشف کر دیے ہوں، اور ساری حقیقتیں کھینچ کر آپؐ کے سامنے واشگاف کر دی ہوں۔ چناں چہ آپؐ ہر قبیلے سے اس کے مخصوص لب و لہجے اور اس کے منفرد انداز میں خطاب فرمایا کرتے۔ مگر فصاحت اور الفاظ کے صحیح انتخاب اور عبارت کی وضاحت میں آپؐ ان سب سے آگے ہوتے، کہ عرب میں آپؐ کے علاوہ اس کمال میں کسی اور کی مثال نہیں ملتی۔ اگر کسی ایسی شخصیت کا لوگوں کو علم ہوتا، تو اس کی نقل کرتے، اس کا چرچا ہوتا اور اس سے استفادہ کیا جاتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"یہ خصوصیت عرب کے کسی شخص کو اس وقت تک حاصل بھی نہیں ہو سکتی تھی، جب تک اسے پوری طرح اس کی تعلیم و تربیت حاصل نہ ہوتی، یا وہ عرب کے ایک ایک قبیلے میں جا جا کر سالہا سال زندگی نہ گزارتا کہ اس طرح ایک ایک قبیلے کی زبان پر عبور حاصل کر لے، اور ہر ایک کے لب و لہجے میں مہارت حاصل کر لے۔ ہم سب اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خود اس کا اہتمام فرمایا، جس کا تذکرہ ہم نے اوپر کیا ہے، اور نہ ان کی قوم کے کسی فرد کے لیے اس طریقے کی تعلیم و تربیت کا کبھی کوئی انتظام کیا گیا۔ یہ بات، علم یقینی ہے، محض گمان نہیں --- اتنی یقینی (کہ) --- ہر طرح کے شبہ سے بالا ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احوال کا علم تواتر سے منتقل ہوتا ہوا آیا ہے۔ اور پھر عرب کے عام حالات اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایسا کوئی شخص نہ تھا، جس نے لغات کی اس طرح تحقیق کی ہو، اس طرح (مختلف قبائل کے) بیان و زبان کے اختلاف کی چھان بین کی ہو، اور سب پر پوری طرح حاوی ہو گیا ہو، تاکہ لوگوں پر اس کی برتری و فوقیت کا سکّہ جم جائے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ عرب میں ایسے تمام اسباب منقطع تھے۔ ان کا طبعی رجحان بھی اس کے خلاف تھا کہ وہ اس کی طرف راغب ہوتے یا اس کی خواہش کرتے ---

"پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت توفیقِ الٰہی اور اللہ کی جانب سے الہام کے سوا اور کیا کہی جا سکتی ہے؟ اس کے سوا کوئی دوسری بات ایسی نہیں، جو آپؐ کی اس خصوصیت کے اسباب میں کہی جا سکے۔ ہمارا یہ فیصلہ کسی گمان کی بنا پر نہیں ہے، کیوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے ان بہت سی اشیا کا علم عطا فرمایا تھا، جن کو آپؐ جانتے نہ تھے تاکہ آپؐ اپنی قوم کے سامنے عاجز نہ ہوں، اگر وہ آپؐ پر ہجوم کرے۔ اگر وہ کچھ پوچھیں تو آپؐ جواب سے قاصر نہ رہیں۔ تو بھلا پھر ہم آپؐ کی اس ادبی و لسانی خوبی کو توفیقی کیوں نہ قرار دیں؟ اللہ نے آپؐ کو اس خصوصیت سے اس لیے بہرہ مند فرمایا کہ آپؐ کا واسطہ جس قبیلے سے بھی پڑے، یوں محسوس ہو گویا آپؐ اسی میں سے ہیں، تاکہ اچھی طرح اِتمام حجت ہو جائے، اور آپؐ کی رسالت پوری طرح واضح ہو جائے، اور تاکہ یہ بات بھی جان لی جائے کہ آپؐ کو زبان و ادب میں وہ خصوصیت حاصل ہے، جو تمام عرب میں کسی اور فرد کو حاصل نہیں، اور آپؐ اس صلاحیت و خصوصیت میں بھی ان پر برتری اور فوقیت رکھتے ہیں، جس طرح دوسری بہت سی باتوں میں آپؐ کو ان پر برتری اور فوقیت حاصل ہے۔" ۲

محمود راغب الطباخ نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس الہامی فصاحت کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تذکرہ کیا ہے' جو آپؐ کو عرب کے تمام لسانی اختلافات کے باوجود اپنا ایک مخصوص حُسن اور منفرد اسلوب عطا کرتی تھی' اور جن کی وجہ سے آپؐ آج بھی ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

"نادر حکمتوں اور عرب کی تمام زبانوں کے علم سے اللہ نے آپؐ کو بہرہ مند کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کے مختلف قبائل کی جماعتوں کو آپؐ انہی کی زبان میں مخاطب فرماتے' اور انہی کی لغت کے محاورے استعمال فرماتے' اور خود ان کے کلام کی بلاغت میں ان سے بازی لے جاتے ---- ایک موقعہ پر آپؐ کے بعض صحابہ نے آپؐ سے کہا کہ ہم نے آپؐ سے بڑھ کر کسی کو فصیح اللسان نہیں دیکھا' تو حضور اکرمؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میرے لیے فصاحت سے کون سی چیز مانع ہے؟ آخر یہ قرآن میری ہی زبان میں تو نازل ہوا ہے' جو عربی مبین ہے ۳۔ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ سے پوچھا: میں سارے عرب میں گھوما پھرا ہوں' اور میں نے ان کے فصحاء کو سنا ہے' لیکن میں نے آپؐ سے زیادہ فصیح کسی کو نہ پایا' بھلا آپؐ کو یہ ادب کس نے سکھایا؟ آپؐ نے فرمایا: ادبنی ربی فاحسن تادیبی' یعنی میرے رب نے مجھے سکھایا ہے اور مجھے اچھی تعلیم دی ہے ۴۔ یہی جواب آپؐ نے حضرت علیؓ کو بھی دیا تھا' جب بنو ہند کا وفد آیا' اور آپؐ نے ان سے انہی کی زبان میں بات چیت کی۔ حضرت علیؓ نے جو خود بھی زبان پر بڑا عبور رکھتے تھے' تعجب سے پوچھا "یا رسول اللہؐ ہم ایک ہی دادا کی اولاد ہیں' لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آپؐ عرب کے وفود سے ایسی زبان میں گفتگو فرماتے ہیں' جس کا بیشتر حصہ ہماری سمجھ ہی میں نہیں آتا؟' آپؐ نے فرمایا: ادبنی ربی فاحسن تادیبی ۵۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے' فصاحت' اور زبان کے خوب صورت و موثر استعمال کا شوق عہد جاہلیت کے عربوں کو بھی تھا۔ لیکن کلام کے حُسن اور نکھار میں ان کی "آمد" بھی "آورد" کا پتہ دیتی تھی:

"---- اہلِ عرب نے اگرچہ کلام کی تہذیب کی' اور اس میں انھوں سے بڑی مہارت حاصل کر لی تھی' اسے مستحکم کرنے' اور محاسن سے آراستہ کرنے میں انھوں نے بڑی کوشش کی تھی۔ لیکن یہ جو کچھ تھا' سب اسی نہج پر ہوا تھا' جو پہلے سے چلی آ رہی تھی' اور پیش پا افتادہ تھی' جس میں تکلف اور کوشش کا دخل ہوتا ہے' جس میں تصنع کے ایسے ساز و سامان سے مدد لی جاتی ہے' جن تک لوگوں کی لغوی مہارت کی رسائی ہوتی ہے' جس کے نتیجے میں کلام مصنوعی اور رسمِ تکلف محسوس ہوتا ہے۔ ان کوششوں کے باوجود ان کے کلام ناگواری'

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لغزشوں اور اضطراب و انتشار کے عیوب' نیز بسط و تفصیل کے موقع پر اختصار' اور اختصار کے موقع پر طوالت' ایسے کلمہ کا استعمال' جس سے زیادہ موزوں لفظ موجود ہو' یا ایسی بات کہہ جانا' جو مراد نہ ہو' اس طرح کے عیوب سے یہ لوگ پاک نہ رہ سکے۔

"پھر مضامین کے باب میں ان کے پاس اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ یا تو تجربے کی دانائی سے فائدہ اٹھائیں' یا تھوڑا بہت ایک دوسرے سے اخذ کر کے فضیلت حاصل کریں۔" ۶۔

قدیم اہل عرب کے ہاں کلام کی خوبی اور فکر و بیان کی قدر و قیمت کا پیمانہ یہی تھا۔ اس میں شک نہیں کہ ایجاز و اختصار بھی محاسن کلام میں شمار کیے جاتے تھے' لیکن اکثر الفاظ کی کثرت اور مطالب کی تکرار بھی لائق تحسین ہوتی تھی۔ گویا قدیم عرب کی فصاحت کا معیار پُر تکلف عبارت آرائی تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو اگرچہ اس معیار کے مطابق نہ تھی' لیکن آپؐ کا کوئی مخالف بھی اس کو عیب نہ قرار دے سکا' اور نہ اس میں کسی قسم کے عیب یا کمزوری کی نشان دہی کر سکا۔ اس کے برخلاف آپؐ کا اسلوب اور اندازِ بیان' آپؐ کے معاصرین اور متاخرین کے لیے خود معیار بن گیا' اور عربی زبان اور محاورے کو ایک نیا اسلوب عطا ہوا' جس میں عالمانہ متانت اور سنجیدگی بھی تھی' خطیبانہ جوش بھی' ادبی حُسن و دل کشی بھی اور بے تکلف سادگی بھی۔

رافعی مزید کہتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افصح العرب تھے۔ باوجود اس حقیقت کے' نہ تو آپؐ اپنی گفتگو میں تکلف و تصنع سے کام لیتے' اور نہ اپنے کلام کی تزئین کے لیے ارادی کوشش فرماتے' نہ ان طریقوں کو استعمال فرماتے جو صنعتِ کلام میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ آپؐ کسی مضمون کے بیان کرنے کا ارادہ فرماتے' تو اس کی ادائگی میں حد سے آگے نہ بڑھ جاتے۔ پھر نہ تو آپؐ کے کلام سے کوئی ضروری لفظ ساقط ہوتا' اور نہ کوئی ناگوار لفظ ادا ہوتا' اور نہ کوئی لسانی لغزش ہوتی۔ آپؐ کلام کے مقاصد کے ظاہری تقاضوں سے ہٹ کر کوئی تعجب خیز اسلوب اور دشوار گزار راہ اختیار نہیں فرماتے تھے کہ ذہن کو آپؐ کے کلام میں صحیح راستہ ہی سجھائی نہ دے۔

اور پھر آپ یہ دیکھیں گے کہ حضورؐ صرف انہی مضامین و معانی کو بیان فرماتے' جو نبوت کے الہامات اور حکمت کے نتائج اور عقل کی منزلِ مقصود ہوتے ہیں۔ ان خصوصیات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ساتھ آپؐ جو کلام بھی ارشاد فرماتے' اس میں بلاغت' پختگی اور اعتدال کی خوبی کے لحاظ سے آپؐ اس بلندی پر نظر آتے ہیں' جو انسان کی حدِ امکان سے کہیں زیادہ بلند ہے۔" ۷

نئے الفاظ' اسالیب' محاورے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عربی زبان کو ایسے نئے الفاظ' اسالیب اور محاورے بھی دیے جنھیں عربوں نے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔ اور نہ آپؐ کے کسی پیش رو نے انھیں استعمال کیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود آپؐ کے بعد وہ عربی زبان اور محاورے میں داخل ہو گئے۔ صاحبِ اعجاز القرآن اور بعض دوسرے اہلِ بلاغت نے اس کی کئی مثالیں دی ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ میں نے کسی عرب سے کوئی نادر کلمہ یا ترکیب لفظی سنی ہے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے سنی ہے۔ میں نے آپؐ کو کہتے سنا: "مات حتف انفہ" میں نے آپؐ سے پہلے کسی عرب سے یہ ترکیب نہیں سنی۔ رافعی نے کہا ہے کہ اس کے معانی عموماً بستر پر مرنے کے لیے جاتے ہیں۔ صاحبِ قاموس کا کہنا ہے کہ عربوں کا عقیدہ تھا کہ رُوح ناک سے نکلتی ہے' سوائے اس کے کہ موت زخم سے واقع ہو۔ اس صورت میں رُوح' زخم سے نکلتی ہے۔ کسی کی رُوح' ناک سے نکلی' گویا وہ بستر پر مرا' یعنی "طبعی" یا غیر حادثاتی موت۔ رافعی کہتے ہیں کہ اس کی ایک دوسری تعبیر بھی ممکن ہے۔ "حتف" ہلاکت کو کہتے ہیں۔ کسی شخص کا ناک کی موت مرنا گویا اس کی عزت و آبرو کا مرجانا ہے کہ ناک سے عزت و آبرو کی تعبیر کی جاتی ہے۔ موت نے اس کی ناک اس کی قوم میں اونچی نہ ہونے دی' گویا ذلت کی موت مرا۔ ۸

اسی طرح جنگ کے بارے میں آپؐ کا قول "الآن حمی الوطیس" (اب تنور گرم ہو گیا' یا ابو تمیم الہجیمی سے فرمانا: ایاک و المخیلۃ" بعض صحابہؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہ! ہم عرب لوگ ہیں (اور زبان پر عبور رکھتے ہیں)' یہ مخیلہ کیا ہے؟ فرمایا: "سبل الازار (پاجامے کا نیچے تک لٹکانا)۔ اس کے بعد یہ کلمہ مروج ہو گیا' اور اس سے تکبر اور بڑائی کا اظہار مراد لیا جانے لگا۔ ۹

اسی طرح قاضی عیاض نے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحتِ لسان اور بلاغتِ کلام کی تحسین کی ہے' اور بتایا ہے کہ آپؐ کی گفتگو ایسے فصیح اور واضح الفاظ میں ہوتی تھی' جن میں نہ تنافر ہوتا تھا' نہ نامانوسیت' کلام میں نہ کہیں جھول نظر آتا تھا' اور نہ تکلف اور تصنع' وہیں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ آپؐ نے اپنے ہم عصروں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے الگ ایک دل کش اندازِ کلام ایجاد کیا۔ آغاز گفتگو کا نیا انداز' خطبہ کا ایک جدید اسلوب اور مافی الضمیر اور مقصدِ گفتگو کا موثر انداز میں اظہار' آپؐ کو اپنے تمام پیش رو ادیبوں اور خطیبوں سے ممتاز کرتا ہے۔۱۰۔

حوالے

۱۔ احمد زیات' حوالہ مذکورہ بالا' ص ۱۶۰

۲۔ رافعی' اعجاز القرآن و بلاغتہ النبویتہ' ص ۳۱۵ - ۳۱۷

۳۔ تاریخ افکار و علوم اسلامی (ترجمہ الثقافتہ الاسلامیتہ)' لاہور' ص ۳۵۲

۴۔ رافعی' ایضاً' ص ۳۲۵ تا ۳۲۷' نیز ص ۳۳۳۔

۵۔ ایضاً' ص' ۳۴۹ - ۳۵۰ - عربی اگرچہ تمام قبائل کی زبان تھی' تاہم مختلف علاقوں اور قبائل کی بولیوں میں بڑا فرق تھا (اور اب بھی ہے) آپؐ کے کلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جب باہر سے آنے والوں سے گفتگو فرماتے تو بہت سے ایسے غریب الفاظ بے ساختہ استعمال فرماتے' جو قریش اور اہل حجاز کے ہاں مروج نہ تھے' لیکن مخاطبین کی زبان میں مستعمل تھے۔ اس سلسلے میں آپ کی وہ گفتگو مشہور ہے' جو آپؐ نے طہیہ بن ابی زہیر ہندی (تاریخ الادب العربی میں یہ نام طہفہ ہے۔ ترجمہ ص ۱۷۶' نیز عیاض: الشفاء' مطبع صدیقی بریلوی' ص ۳۴' اور لقیط بن عامر بن منتفق کے ساتھ کی۔
علامہ رافعی کہتے ہیں کہ ان صحابی کے نام کو مختلف لوگوں نے مختلف ہجوں سے لکھا ہے' لیکن صحیح طہفہ ہی ہے (اعجاز القرآن' ص ۳۵۰۔)

۶۔ ایضاً' ص ۳۱۳

۷۔ رافعی' ایضاً' ص ۳۱۴

۸۔ رافعی' اعجاز القرآن' و بلاغتہ النبویتہ ص ۳۴۷ - ۳۴۸

۹۔ ایضاً' ص ۳۴۸' نیز ۳۴۹

۱۰۔ تاریخ افکار و علوم اسلامی' حوالہ سابق' ص ۳۵۲' قاضی عیاض' الشفاء' مطبع صدیقی بریلی' ص ۳۶ - ۳۵ نیز ۲۶ - ۱۲۵

© rasailojaraid.com